چھٹا محاضرہ علمیہ

بر موضوع

ردِّ غیر مقلدیت

9045272713

پیش کردہ

جناب مولانا مفتی محمد راشد صاحب اعظمی

استاذ فقہ و تفسیر دار العلوم دیوبند

فہرست مضامین

- مسائل نماز ۳
- تکبیر تحریمہ میں ہاتھ کانوں تک اٹھانا چاہیے ۳
- ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ۴
- ان لوگوں کے اہل حدیث ہونے کا مطلب ۶
- چاروں اماموں میں سے کوئی بھی سینے پر ہاتھ باندھنے کے قائل نہیں ۶
- جہری نماز میں بسم اللہ آہستہ سے پڑھنا ۷
- امام کے پیچھے قراءت نہیں کرنی چاہیے ۷
- نماز میں آمین آہستہ سے کہنا ۱۳
- نماز کے اندر صرف تکبیر تحریمہ میں رفع یدین ۱۷
- رکوع میں رفع یدین ۱۸
- دوسری رکعت سے اٹھتے وقت رفع یدین ۱۸
- سجدوں کے لیے رفع یدین ۱۹
- نمازِ وتر واجب ہے ۲۴
- وتر کی تین رکعتیں ایک ہی سلام سے ثابت ہیں ۲۶

9045272715

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم.

اس محاضرہ میں نماز سے متعلق ان مسائل کو احادیث صحیحہ کی روشنی میں ثابت کرنے کی سعی کی گئی ہے جن میں غیر مقلدین اہل حق کی مخالفت کرتے ہیں۔ یاد رکھنے کی سہولت کے پیش نظر تفصیل سے گریز کیا گیا ہے۔

مسائلِ نماز

''تکبیر تحریمہ میں ہاتھ کانوں تک اٹھانا چاہیے''

عن مالك ابن الحويرثؓ قال: كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم اذاكبر رفع يديه حتى يحاذى بهما أُذنيه، وفى رواية حتى يحاذى بهما فروع اذنيه. (متفق عليه مشكوٰة: ج:١، ص:٧٥. باب صفة الصلوٰة مسلم: ج:١، ص:١٦٨)

ترجمہ: حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھوں کو اٹھاتے تھے یہاں تک کہ انہیں کانوں کے برابر کر دیتے اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں یہاں تک کہ ہاتھوں کو کانوں کے اوپری حصہ کے مقابل کر دیتے۔

وذكر الطيبى، ان الشافعىؒ حين دخل مصر سئل عن كيفية رفع اليدين عند التكبير، فقال: يرفع المصلى يديه بحيث يكون كفاه حذاء منكبيه وابها ماة حذاء شحمتى اذنيه واطراف اصابعه حذاء فروع اذنيه. لانه جاء فى رواية.يرفع اليدين الى المنكبين وفى رواية. الاذنين وفى رواية. الى فروع الاذنين. فعمل الشافعى بما ذكرناه فى رفع اليدين، جمعًابين الروايات الثلاث. (مرقاة المفاتيح: ج:٢، ص:٢٥٤)

ترجمہ: طیبیؒ نے ذکر کیا ہے کہ جب امام شافعیؒ مصر تشریف لے گئے تو ان سے تکبیر میں رفع یدین کی کیفیت کے بارے میں سوال کیا گیا؟ تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ نماز پڑھنے والا اپنے دونوں ہاتھوں کو

9045272713

اس طور پر اٹھائے کہ اس کی دونوں ہتھیلی اس کے دونوں کندھوں کے اور اس کے دونوں انگوٹھے اس کے دونوں کانوں کی لوؤں کے برابر اور اس کی انگلیوں کے کنارے اس کے کانوں کے اوپری حصوں کے برابر ہو جائیں اس لیے کہ ایک روایت میں آیا ہے کہ دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھائے دوسری روایت میں ہے کہ دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائے اور تیسری روایت میں ہے کہ دونوں ہاتھ کانوں کے اوپری حصوں تک اٹھائے۔ تو دیکھئے! حضرت امام شافعیؒ نے رفع یدین کے سلسلہ میں تینوں روایتوں کو جمع کرتے ہوئے اس شکل پر عمل کیا جس کو ہم نے ذکر کیا۔

الحمدللہ احناف کا اسی پر عمل ہے۔ لیکن اس کے برخلاف غیر مقلدین کہتے ہیں کہ ہاتھ صرف کندھوں تک اٹھانا چاہیے۔

چنانچہ خالد گرجاکھی صاحب لکھتے ہیں:

''اس کے بعد اللہ اکبر کہہ کر ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھائے''۔ (صلاۃ النبی: ص:۱۵۲)

امام خاں نوشہروی لکھتے ہیں:

''تکبیر۔ کے وقت دونوں ہاتھ کندھوں تک یا ذرا اور اوپر اٹھانا چاہیے''۔ (اہل حدیث کے دس مسئلے: ص:۲۸)

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا

عن علقمه بن وائل بن حجر عن أبيه قال: رأيت النبى صلى الله عليه وسلم يضع يمينهٗ على شمالهٖ تحت السرة. (مصنف ابن ابی شیبہ: طبع: کراچی: ج:۱، ص:۳۹۰)

قال الحافظ قاسم بن قُطْلُوْبغا فى تخريج احاديث الاختيار شرح المختار. هذا سندٌ جيدٌ. وقال العلامة محمد ابوالطيب المدنى فى شرح الترمذي. هذا حديث قوى من حيث السند. وقال المحقق عابد السندهى فى طوالع الانوار. رجاله ثقاة.

ترجمہ: علقمہ بن وائل اپنے والد یعنی وائل ابن حجر سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ نماز میں آپ اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے ہوئے ہیں۔

9045272713

نیز اس سلسلہ میں حضرت علیؓ، حضرت انسؓ، حضرت ابو ہریرہؓ اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مختلف روایتیں آئی ہیں۔

سینے پر ہاتھ باندھنے کی بھی روایتیں ہیں۔ لیکن اس درجہ قوی نہیں ہیں، لیکن ان تمام روایتوں کو بالائے طاق رکھ کر غیر مقلدین ہاتھوں کو سینے کے اوپر باندھنے پر مُصر ہیں اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کو نامناسب اور بے دلیل سمجھتے ہیں۔

مولوی خالد گرجاکھی لکھتے ہیں:

''مذکورہ طریقہ کے مطابق سینہ پر ہاتھ باندھنا ہی صحیح احادیث سے ثابت ہوتا ہے۔ زیر ناف باندھنا ویسے ہی نامناسب معلوم ہوتا ہے نیز زیر ناف ہاتھ باندھنے کی دلیل بھی کوئی نہیں ہے''۔ (صلاۃ النبی: ص:۱۵۷)

دیکھا! صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو کہتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ناف کے نیچے ہاتھ باندھے ہوئے دیکھا۔ اور جناب اہل حدیث صاحب فرماتے ہیں کہ ''زیر ناف ہاتھ باندھنا ویسے ہی نامناسب معلوم ہوتا ہے''۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کو نامناسب کہنے والا اہل ایمان بھی رہ جاتا ہے کہ نہیں؟ اہل حدیث ہونا تو دور کی بات ہے۔ لیکن یہ گروہِ مقدس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی مبارک احادیث کے ساتھ چاہے جو بھی سلوک کرے، لیکن رہے گا اہل حدیث ہی۔

حکیم فیضِ عالم نے تو اس سنت کو نامناسب کہنے سے بھی آگے بڑھ کر اس کا استہزاء کیا ہے۔ جناب کی گل افشانی دیکھئے! فرماتے ہیں:

''یہاں ایک لطیفہ یاد آیا ہے کہ خلفائے بنی عباس میں سے ہارون کا ایک نماز میں ازار کھل گیا۔ اور اس نے سینے سے ہاتھ نیچے کر کے ازار بند سنبھال لیا۔ نماز سے فراغت کے بعد مقتدیوں نے حیرانی سے ہارون رشید کے اس فعل کو دیکھا۔ قاضی ابو یوسف صاحب نے فتویٰ دیا کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ہی صحیح ہے''۔ (اختلاف امت کا المیہ: ص:۷۸)

دیکھئے! جو عمل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول ہے جسے حضرت علیؓ ''سنت'' حضرت انسؓ ''اخلاق نبوت'' میں شمار کرتے ہیں۔ یہ غیر مقلد ایک جعلی واقعہ گڑھ کر اس کا مذاق اڑا رہا ہے۔ رہی امام ابو یوسفؒ کے خلاف بدگمانی اور بدزبانی تو اکابرِ امت کے ساتھ تو ان حضرات کا رات و دن کا یہی

9045272713

مشغلہ ہے۔ اس کے بغیر تو ان کے یہاں اہل حدیث ہونے کا تصور بھی ممکن نہیں ہے۔

ان لوگوں کے اہل حدیث ہونے کا مطلب

ان حضرات کے اہل حدیث ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ لوگ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرتے ہیں۔ بلکہ اہل حدیث ہونے کا مطلب ان حضرات کے نزدیک یہ ہے کہ ہم جو عمل کرلیں وہ حدیث ہو جاتا ہے۔ اور ہمارے عمل ہی کا نام بخاری اور مسلم ہے۔

چنانچہ سینے پر ہاتھ باندھنے کی ایک روایت بھی بخاری اور مسلم میں نہیں آئی ہے۔ لیکن مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب بڑی جسارت کے ساتھ لکھتے ہیں:

''سینہ پر ہاتھ باندھنے اور رفع یدین کرنے کی روایات بخاری و مسلم اور ان کی شروحات میں بکثرت ہیں''۔ (فتاویٰ ثنائیہ: ج:١، ص:٤٤٣)

میں تمام غیر مقلدوں سے گذارش کرتا ہوں کہ اس سلسلہ کی ایک روایت بھی بخاری اور مسلم سے نکال کر دکھلائیں اور اگر ایسا نہیں کرتے اور انشاء اللہ ہرگز نہیں کرسکتے تو پھر آپ کو ماننا پڑے گا کہ آپ جو عمل کر لیتے ہیں اسی کا نام آپ لوگوں کے یہاں بخاری اور مسلم ہے اور یہی مطلب ہے آپ لوگوں کے اہل حدیث ہونے کا۔

چاروں اماموں میں سے کوئی بھی سینے پر ہاتھ باندھنے کا قائل نہیں ہے

یہاں یہ بات ملحوظ رہے کہ چاروں اماموں میں سے کوئی بھی سینے پر ہاتھ باندھنے کا قائل نہیں ہے۔ (ملاحظہ ہو رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ، ص:٣٢)

بلکہ ایک روایت میں تو اس سے ممانعت آئی ہے۔

علامہ ابن قیم شاگرد علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

ویکرہ ان یجعلها علی الصدر ذالك لماروی عن النبی ﷺ انه نهی عن التکفیر وهو وضع الید علی الصدر. (بدائع الفوائد: ج:٣، ص:٩١)

اور سینہ پر ہاتھ رکھنا مکروہ ہے۔ اس لیے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے تکفیر سے منع کیا ہے۔ اور تکفیر سینے پر ہاتھ رکھنے کو کہتے ہیں۔

جہری نماز میں بسم اللہ آہستہ پڑھنا

عن انسؓ ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وابا بکر وعمر کانوا یفتتحون الصلوٰۃ بالحمدللّٰہ رب العٰلمین. (اخرجہ مسلم: ج:۱، ص:۱۷۲، مشکوٰۃ شریف: ج:۱، ص:۷۹، باب صفۃ الصلوٰۃ بخاری: ج:۱، ص:۱۰۳)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما الحمد اللہ رب العالمین کے ذریعہ نماز شروع کیا کرتے تھے۔

قال العینی واحادیث الجھر وان کثرت رواتھا فکلھا ضعیفۃ ولیست مخرجۃ فی الصحاح ولا فی الاسانید المشھورۃ. (حاشیۃ البخاری: ص:۱۰۳، ج:۱)

ترجمہ: علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ جہر کی روایتیں اگرچہ ان کے راوی بہت ہیں مگر وہ سب ضعیف ہیں اور صحاح نیز اسانید مشہورہ میں مذکور نہیں ہیں۔

اس کے برخلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ جہری نماز میں بسم اللہ پکار کر پڑھنا چاہیے جناب یونس دہلوی صاحب فرماتے ہیں:

''جہری نماز میں پکار کر اور سری نماز میں آہستہ پڑھنا بہتر ہے''۔ (دستور المتقی: ص:۹۲)

یعنی جس عمل کو حضور ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ نہیں فرماتے تھے۔ وہی ان کے نزدیک بہتر ہے۔

امام کے پیچھے قراءت نہیں کرنی چاہیے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ''

(الاعراف: پارہ:۹۔ آیت:۲۰۴)

ترجمہ: اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگائے رہو۔ اور چپ رہو۔ تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

اہل علم کا اجماع ہے کہ اس آیت سے مراد امام کا نماز میں قرآن پڑھنا ہے۔ علامہ حافظ ابوعمر یوسف بن عمر المعروف بابن عبدالبر متوفی ۴۶۳ھ فرماتے ہیں:

مع اجماع اھل العلم ان مراد اللّٰہ من ذلک فی الصلوٰۃ المکتوبۃ

(التمھید، ص:۳۰، ج:۱۱)

9045272713

ترجمہ: اہل علم کا اجماع ہے کہ اللہ کی مراد اس سے فرض نمازوں میں چپ رہنا ہے۔

امام موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی: ۶۲۰ھ فرماتے ہیں:

عن سعید بن المسیب والحسن وابراهیم ومحمد بن کعب والزهری انها نزلت فی شان الصلاة وقال زید بن اسلم وابوالعالیه کانوا یقرؤن خلف الامام فنزلت "وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ" الایة وقال احمد فی روایة ابی داؤد اجمع الناس علی ان هذه الآیة فی الصلاة (المغنی: ج:۲، ص:۲۲۹)

ترجمہ: سعید بن مسیّب حسن بصری، ابراہیم محمد بن کعبؒ اور زہری کہتے ہیں آیت مذکورہ نماز کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے۔ اور زید بن اسلم اور ابوالعالیہ فرماتے ہیں کہ لوگ امام کے پیچھے قراءۃ کرتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی امام ابوداؤد کی روایت کے مطابق امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ لوگوں کا اجماع ہے کہ یہ آیت نماز کے سلسلہ میں نازل ہوئی۔

جب ثابت ہوا کہ آیت کریمہ نماز کے بارے میں ہے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ جب نماز میں امام قرآن کریم پڑھے تو مقتدی حضرات چپ چاپ سنیں۔ آیت کے عموم سے پتہ چلتا ہے کہ چاہے امام سراً پڑھے، چاہے جہراً پڑھے چاہے مقتدی سن پاتا ہے یا نہیں سن پاتا۔ اسے چپ رہنا چاہیے "فاستمعوا" کے بعد "انصتوا" کا لفظ اس بات کو بتلانے کے لیے ہے کہ سن سکو تو سنو! ورنہ چپ چاپ رہو!۔

امام ابوبکر احمد بن علی رازی الجصّاص متوفی ۳۷۰ھ فرماتے ہیں:

وکما دلت الآیة علی النهی عن القراءة خلف الامام فیما جهر به، فهی دلالة علی النهی فیما یخفی. لانه اوجب الاستماع والانصات. عند القرأة ولم یشترط فیه حال الجهر من الاخفاء. فاذا جهر فعلینا الاستماع والانصات. واذخفی فعلینا الانصات. بحکم اللفظ لعلمنابه قاری القرآن.

ترجمہ: پھر یہ آیت جہری نمازوں کی طرح سری نمازوں میں بھی قراءت کرنے سے مانع ہے کیوں کہ آیت میں جہر وسر کی قید کے بغیر محض قراءت قرآن کے وقت استماع وانصات کو واجب کیا گیا ہے۔ لہٰذا امام کی جہری قراءت کے وقت استماع اور انصات ہم پر ضروری ہوگا۔ اور جب وہ سری قراءت

9045272713

کرے تو ہم پر انصات ضروری ہے۔ لفظ انصات کو دیکھتے ہوئے کیوں کہ ہمیں معلوم ہے کہ امام قرآن پڑھ رہا ہے۔

اس سلسلہ میں علامہ ابن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ کا یہ قول مفصل اور محققانہ ہے:

''فان للعلماء فيه ثلاثة اقوال: قيل ليس له ان يقرأ حال جهر الامام اذا كان يسمع لا بالفاتحة ولاغيرها، وهذا قول الجمهور من السلف والخلف وهذا مذهب مالك، واحمد، وأبى حنيفة وغيرهم واحدقولى الشافعى- وقيل يجوز الامران. والقراء ة افضل. ويروى هذا عن اوزاعى واهل الشام وليث بن سعد وهو اختيار طائفة من اصحاب احمد وغيرهم-وقيل بل القرأة واجبة. وهو القول الاخير للشافعى، وقول الجمهور هو الصحيح. فانه سبحانه تعالىٰ. قال:''وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ'' قال احمد اجمع الناس على انها نزلت فى الصلوٰة.

(فتاوی شیخ الاسلام: ج: ۲۲، ص: ۲۹٤)

ترجمہ: علماء کے اس سلسلہ میں تین قول ہیں ایک یہ کہ مقتدی کے لیے امام کی جہر کی حالت میں جب کہ مقتدی سن رہا ہو قراءت جائز نہیں ہے۔ نہ تو فاتحہ نہ اس کے علاوہ کی۔ یہی قول سلف وخلف کا ہے۔ یہی امام مالک اور امام احمد امام ابوحنیفہ وغیرہ کا مذہب ہے۔ اور ایک قول امام شافعیؒ کا بھی یہی ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ دونوں جائز ہے۔ لیکن پڑھنا افضل ہے۔ یہی اوزاعی - اہل شام - لیث بن سعد اور امام احمد کے اصحاب کی ایک جماعت نے اختیار کیا ہے۔ تیسری رائے یہ ہے کہ قراءت واجب ہے۔ اور یہی امام شافعیؒ کا آخری قول ہے۔ لیکن جمہور کا قول صحیح ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ''وَاِذَاقُرِئَ الْقُرْآنُ إلخ'' امام احمد فرماتے ہیں کہ لوگوں کا اجماع ہے کہ یہ آیت نماز کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے۔

امام کے پیچھے قراءت کو قرآن کریم کے اس صاف صاف منع کر دینے کے بعد اب اس مسئلہ میں کسی بھی دلیل اور کلام کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن احادیث چوں کہ قرآن کریم کی شارح ہیں۔ اس لیے اس خاص ممانعت کے سلسلہ میں وارد سیکڑوں احادیث کے ذخیرہ سے ہم صرف دو حدیثیں

9045272713

پیش کرتے ہیں۔

(۱) عن ابی موسیٰ الاشعری قال: ان رسول اللّٰہ ﷺ خطبنا فبین لنا سنتنا، وعلمنا صلواتنا فقال: اذاصلیتم فاقیموا صفوفکم، ثم لیؤمکم احدکم فاذاکبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا و اذا قال. غیر المغضوب علیهم ولاالضالین فقولوا: آمین. یجبکم اللّٰہُ.

(مسلم: ج:۱، ص:۱۷٤)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے خطبہ دیا اور ہمارے لیے طریقہ زندگی کو بیان فرمایا، اور ہمیں ہماری نماز سکھائی، اور فرمایا کہ جب تم نماز کے لیے تیاری کرو تو اپنی صفوں کو درست کرو اور تم میں سے ایک آدمی تمہاری امامت کرے! پھر جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو! اور جب وہ قراءت کرے تو تم چپ رہو! اور جب وہ غیر المغضوب علیهم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو! اللہ تعالیٰ تمہاری دعا کو سنیں گے۔

اس صحیح حدیث میں بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک الفاظ ہیں: ''واذا قرأ فانصتوا'' یعنی جب امام پڑھے خواہ سراً خواہ جہراً تو تم چپ چاپ رہو! چاہے سنو چاہے نہ سنو۔

(۲) عن جابر قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم من کان له امام فقرأة الامام قرأة له" (مسند احمد بن منیع بحواله فتح القدیر: ج:۱، ص:۲۹۵، وقال البوصیری فی اتحاف الخیرة المهرة بزوائد المسانید العشرة: ج:۲، ص:۲٤۳. صحیح علی شرط الشیخین)

ترجمہ: جس شخص کا کوئی امام ہو تو امام کی قراءت اس کی قراءت ہوگی۔

اس حدیث میں مَن کا لفظ عام ہے۔ جس نے کسی امام کی اقتداء کر لی، خواہ نماز جہری یا سری ہو تو بلا کسی تخصیص کے امام کے پیچھے الگ سے نہ پڑھے۔ کیوں کہ امام کی قراءت شرعاً اس کی قراءت مان لی گئی ہے۔ اب لاصلاة الابفاتحة الکتاب والی حدیث پر عمل ہو گیا ہے۔ اس لیے امام کے پیچھے پڑھنا۔ یا امام کے سکتوں میں پڑھنا، یا امام کے سورۃ فاتحہ پڑھنے کے بعد رکنے کی حالت میں پڑھنا۔ قرآن وحدیث کی اس صریح ممانعت کے خلاف ہے۔ قرآن وحدیث سے دور دور تک اس کا کہیں ثبوت نہیں ہے۔ بلکہ امام ابن تیمیہؒ نے اس کو بدعت لکھا ہے: فرماتے ہیں:

9045272713

وایضا فلوکان الصحابة کلهم یقرؤن الفاتحة خلفه، اما فی السکتة الاولی، واما فی السکتة الثانیة، لکان هذا مما تتوفرلهم الدواعی علی نقله فکیف ولم ینقل هذ احدٌ من الصحابة، انهم کانوا فی السکتة الثانیة خلفه یقرؤون الفاتحة مع ان ذلك لوکان مشروعاً لکان الصحابة احق الناس بعلمه وعمله. فعلم انه بدعة. (مجموعه فتاویٰ شیخ الاسلام: ج: ۲۳، ص: ۲۷۸-۲۷۹)

ترجمہ: نیز اگر سارے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سورہ فاتحہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھتے، چاہے پہلے سکتہ میں، یا دوسرے سکتہ میں، تو یہ وہ چیز تھی جسے بکثرت منقول ہونا چاہیے تھا، جب کہ ایک صحابیؓ سے بھی اس طرح کی کوئی چیز منقول نہیں ہے، حالاں کہ اگر یہ چیز مشروع ہوتی تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اسے جاننے اور اس پر عمل پیرا ہونے کا سب سے زیادہ حق تھا۔ تو ثابت ہوا کہ یہ عمل بدعت ہے۔

خود علامہ یمن محمد بن اسماعیل امیر یمانی متوفی ۱۱۸۲ھ تحریر فرماتے ہیں:

ثم اختلف القائلون بوجوب القرأة فقیل فی محل سکتات الامام وقیل فی سکوته بعد تمام القراءة- ولا دلیل لهذین القولین فی الحدیث.

ترجمہ: پھر قراءت کو واجب کہنے والوں نے اختلاف کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ امام کے سکتوں کے موقع پر پڑھے۔ بعض کہتے ہیں امام کے قراءت مکمل کر لینے کے بعد سکوت کرتے وقت پڑھے لیکن ان دونوں قولوں کی حدیث میں کوئی دلیل نہیں ہے۔

(انہوں نے صاف فرمادیا کہ کسی بھی سکتے میں پڑھنے کی بات کسی بھی حدیث سے ثابت نہیں ہے)

علامہ ابن تیمیہؒ اس سلسلہ میں بڑی فیصلہ کن بات فرماتے ہیں:

فاالنزاع من الطرفین، لکن الذین ینهون عن القراء ة خلف الامام جمهور السلف والخلف ومعهم الکتاب والسنة الصحیحة والذین اوجبوا ها علی الماموم. فحدیثهم ضعیفة. عند الائمة.

(تنوع العبادات: ص: ۸۶. بحواله احسن الکلام: ص: ۱۶۵)

9045272713

ترجمہ: مسئلہ زیر بحث میں دونوں طرف سے نزاع ہے۔ لیکن قراءت خلف الامام سے منع کرنے والے جمہور خلف وسلف ہیں، اور ان کے ساتھ کتاب الٰہی اور احادیث صحیحہ ہیں، اور جو لوگ مقتدی پر قراءت واجب کرتے ہیں ان کی مستدل حدیث ائمہ حدیث کے نزدیک ضعیف ہے۔

لیکن ان اہل حدیث کہلانے والوں کا جواب نہیں فرماتے ہیں:

''وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا'' (الاعراف: پارہ: ۲۰۴۹)؟

جب قرآن پڑھا جائے تو سنو اور خاموش رہو یا حدیث و اذا قرأ فانصتوا (بشرط صحت)

جب امام قراءت کرے تو خاموش رہو، کا مطلب یہ ہے کہ جہری نمازوں میں مقتدی سورۃ فاتحہ کے علاوہ باقی قراءت خاموشی سے سنیں امام کے ساتھ قرآن نہ پڑھیں، یا امام سورۃ فاتحہ کی آیات وقفوں کے ساتھ پڑھے تاکہ مقتدی بھی احادیث صحیحہ کے مطابق سورۂ فاتحہ پڑھ سکیں یا امام سورۂ فاتحہ کے بعد اتنا سکتہ کرے کہ مقتدی سورہ فاتحہ پڑھ لیں۔ (تفسیری حواشی جناب صلاح الدین یوسف: ص: ۲۔ شائع کردہ سعودی حکومت)

کیا سورۃ الفاتحہ قرآن میں داخل نہیں ہے؟ جو آپ اسے اذا قرئ القرآن سے خارج کر رہے ہیں؟ آپ امام کو سورۃ الفاتحہ وقفوں کے ساتھ پڑھنے کی تلقین کس حدیث سے کر رہے ہیں۔ نماز میں آپ کا حکم چلے گا یا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا؟ نیز امام کو سورۃ الفاتحہ پڑھنے کے بعد اتنا طویل سکتہ کرنے کا حکم آپ کس حدیث سے دے رہے ہیں؟ کیا نماز آپ کی ذاتی ملکیت ہے کہ آپ جو چاہیں اس پر تصرف کریں؟ ''واذا قرئ فانصتوا'' مسلم شریف کی روایت ہے لیکن چوں کہ آپ کے عمل کے خلاف ہے اس لیے بین القوسین بشرط صحت لکھ کر آپ نے اس کی صحت میں شبہ کا اظہار کر دیا۔ ان سب کے باوجود بھی آپ اہل حدیث ہی رہے۔ تعجب ہے۔ سعودی حکومت پر کہ اس نے ایسی تفسیر شائع کی ہے، جس کی صرف پانچ سطروں کے اندر قرآن وحدیث کی اس قدر خلاف ورزیاں ہیں۔ اس طرح کی تفسیروں کی اشاعت سے امتِ مسلمہ اور قرآن کریم کی کیا خدمت انجام پا سکتی ہے؟۔

اسی طرح ایک صاحب لکھتے ہیں کہ:

''جو شخص امام کے پیچھے ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز ناقص ہے، نکالعدم بے کار اور باطل ہے۔ (فصل الخطاب فی قراءۃ فاتحۃ الکتاب، ص: ۱۔ طبع ثانی مطبوعہ کتب خانہ اہل حدیث لاہور)

9045272713

یہ شخص جناب رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرامؓ سمیت تقریباً پوری امت مسلمہ کی نمازیں کھا جانے کے درپے ہے۔ کیا قرآن وحدیث کے خلاف اسی ذہنیت کا نام اہل حدیث ہونا ہے۔

اسی طبقہ کے ایک اور صاحب گل کھلاتے ہیں "مدرک رکوع سے فاتحہ مفقود ہوتی ہے لہٰذا اس کی نماز نہیں، جس کی نماز نہیں، وہ بے نماز ہے۔ بے نماز کافر ہے اور وہ مخلد فی النار ہے؟۔ (اتمام الرکوع فی ادراک الرکوع، ص: ا، طبع کردہ منیجر رسالہ اہل حدیث، صدر دہلی، بحوالہ احسن الکلام: ص: ۵۵)

اب آپ ہی فیصلہ فرمائیں کہ یہ شخص کس کس کو جہنم میں لے جانا چاہتا ہے۔

"نماز میں آمین آہستہ سے کہنا"

قال عطاء آمین دعاء (بخاری: ج: ا، ص: ۱۰۷)

ترجمہ: حضرت عطاؒ فرماتے ہیں کہ آمین دعا ہے۔

وقال اللّٰہ تبارك وتعالیٰ اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً. (۵۵:۸)

ترجمہ: اور باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ پکارو اپنے رب کو گڑگڑا کر اور چپکے چپکے۔

جب آمین دعا ہے۔ اور دعا آہستہ ہی ہونی چاہیے اور یہی بہتر ہے۔ لیکن کبھی کبھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے توجہ دلانے اور سکھانے کے لیے زور سے بھی پڑھ دی ہے۔

حافظ ابن القیم زاد المعاد میں فرماتے ہیں:

فاذا جهر به الامام احيانًا ليعلم المامومين فلابأس بذلك فقد جهر عمرؓ بالافتتاح ليعلم المامومين وجهرا بن عباس بقرائة الفاتحة فی صلوٰة الجنازة ليعلم انها سنة ومن هٰذا ايضا جهر الامام بالتأمين وهذا الاختلاف المباح الذی لايعنف فيه من فعله ولا من تركه. (بحوالہ آثار السنن: ج: ۱، ص: ۹۲)

ترجمہ: اگر کبھی امام قنوت نازلہ مقتدیوں کو سکھانے کے لیے جہر کے ساتھ پڑھ دے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ نے مقتدیوں کو سکھانے کے لیے "ثناء جہر" کے ساتھ پڑھی تھی۔ اسی طرح ابن عباسؓ نے نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ زور سے پڑھی تھی تاکہ مقتدیوں کو بتائیں کہ وہ سنت ہے۔ اسی قبیل سے امام کا آمین بھی زور سے پڑھنا ہے یہ وہ مباح اختلاف ہے جس میں جہر کرنے یا نہ کرنے والے پر کوئی سختی نہیں کی جاسکتی۔

9045272713

عن أبی ھریرۃؓ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قال الامام غیر المغضوب علیھم ولاالضالین فقولوا آمین. فانہ من وافق قولہ قول الملائکۃ غفرلہ ما تقدم من ذنبہ.

ترجمہ: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام غیر المضوب علیھم ولاالضالین کہے تو تم آمین کہو۔ اس لیے کہ جس کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہوجائے گا تو اس کے گذشتہ گناہ معاف ہوجائیں گے۔

عن ابی ھریرۃؓ واذا قال ولاالضالین فقولوا آمین. (مسلم: ج:۱، ص:۱۷۷)

ترجمہ: جب امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔

عن ابی موسیٰ الاشعری فی حدیث طویل......واذا قال غیر المغضوب علیھم ولاالضالین فقولوا آمین یُجِبْکُم اللہ (مسلم: ج:۱، ص:۱۷٤)

ترجمہ: جب امام غیر المغضوب علیھم ولاالضالین کہے تو تم آمین کہو اللہ تعالیٰ تمہاری دعا قبول فرمائیں گے۔

ان روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ خود امام آہستہ آمین کہے گا اس لیے کہ اگر امام جہر کے ساتھ آمین کہتا تو سیاق کلام کا تقاضا تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یوں فرماتے:

اذا قال آمین فقولوا آمین

ترجمہ: جب امام آمین کہے تو تم آمین کہو۔

صاحب آثار السنن فرماتے ہیں:

قال النیموی یستفاد منہ ان الامام لایجھربآمین وقال فی التعلیق الحسن قولہ یستفادمنہ الخ قلت لان تامین الامام لوکان مشروعاً بالجھر لما علق النبی صلی اللہ علیہ وسلم تامینھم بقولہ ولا الضالین بل السیاق یقتضی انہ لم یقل الا ھٰکذا واذا قال آمین فقولوا آمین. (آثار السنن مع التعلیق الحسن، ص:۹۵، ج:۱)

ترجمہ: نیمویؒ کہتے ہیں کہ حدیث سے یہ بات اخذ ہوتی ہے کہ امام آمین بالجہر نہیں کہے گا۔ تعلیق حسن میں حدیث سے اس ماخوذ بات کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ اگر امام کا آمین بالجہر کہنا

9045272713

مشروع ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مقتدیوں کے آمین کہنے کو امام کے ولا الضالین کہنے پر معلق نہ کرتے، بلکہ سیاقِ کلام کا تقاضا تھا کہ یوں فرماتے کہ جب امام آمین کہے، تو تم آمین کہو۔

یہاں ایک بات اور بھی قابل غور ہے، حضور اکرم ﷺ کے اس ارشاد سے کہ جب قاری وامام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو، ثابت ہوتا ہے کہ سورۃ الفاتحہ امام ہی پڑھے گا مقتدی نہیں پڑھے گا۔ کیوں کہ اگر مقتدی بھی سورۃ الفاتحہ پڑھتا تو پھر یہ نہ فرماتے کہ جب امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔ بلکہ آپ ﷺ یوں فرماتے کہ جب تم ولا الضالین کہہ چکو تو آمین کہو۔ دیکھئے یہ بخاری ومسلم کی تین روایتیں ہیں جن سے امام کا آہستہ سے آمین کہنا ثابت ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف بخاری ومسلم کی کسی ایک روایت سے بھی امام اور مقتدی کسی کے بھی زور سے آمین کہنے کا ثبوت نہیں ہوتا ہے۔ صاحب آثار السنن فرماتے ہیں:

قال النیموی لم یثبت الجهر بالتامین عن النبی ﷺ ولا عن الخلفاء الاربعةؓ وما جاء فی الباب فهو لا یخلو من شیئ. (آثار السنن: ج:۱، ص:۹٤)

ترجمہ: آمین بالجہر نہ تو نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے اور نہ ہی خلفائے راشدین سے اور اس باب میں جو بھی حدیث ہے وہ علت سے خالی نہیں ہے۔

جہر کے سلسلہ میں ابوداؤد اور ترمذی کی ایک حدیث پیش کی جاتی ہے۔

عن وائل بن حجرؓ قال کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اذا قرأ ولا الضالین قال آمین رفع بها صوته.

ترجمہ: وائل بن حجرؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب ولا الضالین پڑھتے تھے تو آمین کہتے تھے اور اس کے ساتھ آواز بلند فرماتے تھے۔ اس حدیث کے بارے میں علامہ نیمویؒ فرماتے ہیں:

هو حدیث مضطرب قلت وجه الاضطراب انه روی من طریق سفیان عن وائل بن حجرؓ ان النبی ﷺ قال آمین رفع بها صوته اومثل ذلك ومن طریق شعبه اخفی بهاصوته او نحوذلك ولیس حدیث سفیان اصح من حدیث شعبه کما زعمه البخاری وابوزرعه وغیرهما بل کلاهما متساویان وسیجئ تحقیقه فی حدیث الخفض انشاء اللّٰه فاضطرب الحدیث فی الرفع والخفض.....ولعل الامام البخاری مع شدة حرصه علی اثبات الجهر

9045272713

بالتامين و صاحبه مسلما لم يخرجاه في صحيحيهما لهٰذه العلة.

(اللّٰہ اعلم بالصواب)

ترجمہ: یہ مضطرب حدیث ہے میں کہتا ہوں کہ اضطراب کی وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث سفیان عن وائل بن حجر کے طریق سے مروی ہے، کہ نبی کریم ﷺ نے آمین کہا، اور اس کے ذریعہ اپنی آواز کو بلند فرمایا۔ یا اسی کے مثل مروی ہے، اور یہی حدیث طریق شعبہ سے مروی ہے، کہ نبی کریم ﷺ نے آمین کے ذریعہ اپنی آواز کو پست فرمایا۔ یا اسی کے مثل مروی ہے، اور حدیث سفیان حدیث شعبہ سے اصح نہیں ہے۔ جیسا کہ یہ امام بخاری اور ابوزرعہ وغیرہ کا خیال ہے بلکہ دونوں حدیث برابر درجے کی ہیں اور اس کی تحقیق انشاء اللہ آمین آہستہ کہنے کی حدیث کی بحث میں آئے گی۔ تو حاصل یہ ہوا کہ یہ حدیث مضطرب ہے۔ جہر اور سر کے درمیان۔ اسی علت کی وجہ سے شاید امام بخاری نے اثبات آمین بالجہر میں اپنی شدید رغبت کے باوجود اور اسی طرح سے امام مسلم نے بھی اپنی اپنی صحیح میں اس حدیث کو ذکر کرنے سے گریز کیا۔

آمین بالسر کے سلسلہ میں یہ دو صحیح حدیثیں بھی پیش نظر رکھنی چاہیے۔

عن الحسن عن سمرة بن جندب انه كان اذا صلى بهم سكت سكتين اذا فتح الصلاة و اذا قال ولاالضالين سكت ايضًا هنيةً. فانكروا ذلك عليه فكتب الى ابى بن كعب فكتب اليهم ابى ان الامر كما صنع سمرة. (رواه احمد والدار قطنى واسناده صحيح. آثار السنن: ص: ٩٦)

ترجمہ: حسن بصری سے مروی ہے کہ سمرۃ بن جندبؓ جب لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے تو دو سکتہ کرتے تھے، ایک نماز شروع کرنے کے وقت، دوسرا جب ولا الضالین کہہ لیتے تھے تو تھوڑا وقفہ فرماتے تھے، لوگوں نے اس پر انکار کیا، تو انہوں نے ابی بن کعب کے پاس اس صورت کو لکھا، تو انہوں نے جواب دیا مسئلہ وہی ہے جو سمرہ نے کہا۔

عن وائل بن حجر قال صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما قرأ غير المغضوب عليهم ولاالضالين قال آمين. واخفى بها صوته. (رواه احمد والترمذى، وابوداؤد الطيالسى، والدار قطنى والحاكم) وآخرون واسناده صحيح وفى متنه اضطراب. وقال الحاكم فى المستدرك

9045272713

هذا حديث صحيح على شرطهما اقره الذهبى.

ترجمہ: وائل بن حجر سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی اور جب غیر المغضوب علیهم و لا الضالین پڑھا تو آمین کہا اور اس کے ذریعہ اپنی آواز کو پست رکھا۔

وجہ اضطراب شعبہ اور سفیان کی روایتوں کا اختلاف ہے لیکن شعبہ کی اس حدیث کی وجہ ترجیح امام نیموی ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

وعندى وجه حسن لترجيح رواية شعبة على مارواه الثورى وهو ان شعبة لم يكن يدلّس لا من الضعفاء ولا عن الثقات . اما الثورى فكان ربما يدلِس وقد عنعنه. (آثار السنن: ص: ۹۷)

ترجمہ: میرے نزدیک شعبہؒ کی روایت کو سفیانؒ کی روایت پر ترجیح کی نفیس وجہ ہے، وہ یہ کہ شعبہ تدلیس نہیں کرتے تھے نہ تو ضعفاء سے اور نہ ہی ثقات سے اور رہے سفیان تو وہ کبھی کبھی تدلیس کر جاتے تھے اور ان کی یہ روایت معنعن ہے۔

لیکن قرآن وسنت کے برخلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے، کہ آمین اونچی آواز سے کہنا سنت ہے جو شخص ان آیات احادیث اور آثار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پیش نظر ان سے یہ کہے آہستہ آواز سے آمین کہو، تو وہ اسے تارک سنت سمجھ کر نہ صرف نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں، بلکہ اسے بے نصیب نامراد حتی کہ یہودی تک کہہ گذرتے ہیں۔

چنانچہ جماعت غرباء اہل حدیث کے سابق امام مفتی عبدالستار صاحب لکھتے ہیں:

''پس آج کل جو بھی ناعاقبت اندیش فتنہ انگیز اونچی آمین سے چڑھے اور کہنے والوں سے حسد رکھے وہ یہودی ہے۔ (فتوی آمین بالجہر، ص: ۳۴، بحوالہ حدیث اور اہل حدیث: ص: ۳۸۶)

مولوی نور محمد گرجاکھی یوں گل افشانی کرتے ہیں:

''اے منکرین آمین اور آمین بالجہر سے روکنے والو! سوچو کہ تم کس قدر بے نصیب اور نامراد ہو بلکہ اوروں کو بھی اس نعمت سے نامراد اور بے نصیب کرتے ہو''۔ (اثبات آمین بالجہر، ص: ۱۳، بحوالہ حدیث اور اہل حدیث: ص: ۳۸۷)

نماز کے اندر صرف تکبیر تحریمہ میں رفع یدین

شروع شروع میں نبی کریم ﷺ تکبیر تحریمہ، میں رکوع میں جاتے وقت، رکوع سے اٹھتے وقت،

9045272713

سجدہ میں جاتے وقت، نیز سجدے سے اٹھتے وقت، اور دو رکعت کے بعد قیام کے وقت، رفع یدین فرماتے تھے۔ بعد میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ باقی تمام موقعوں پر رفع یدین کرنا موقوف ہو گیا۔ چنانچہ سجدوں میں جاتے اور سجدوں سے اٹھتے وقت رفع یدین کے منسوخ ہونے کے سب ہی قائل ہیں فریق مخالف صرف رکوع میں جاتے اور اس سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنے پر اب بھی مصر ہے، جب کہ ہم کہتے ہیں، کہ جس طرح سجدوں میں رفع یدین پہلے تھا اب نہیں ہے اسی طرح رکوع میں بھی رفع یدین پہلے تھا اب منسوخ ہو چکا ہے۔ اس سلسلے میں ترتیب وار دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔

رکوع میں رفع یدین

عن عبداللّٰہ بن عمرؓ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ حذو منکبیہ اذا فتتح الصلوٰۃ و اذا کبر للرکوع و اذا رفع رأسہ من الرکوع رفعھما کذلک ایضاً وقال سمع اللّٰہ لمن حمدہ وربنا لک الحمد و کان لایفعل ذلک فی السجود۔ (رواہ الشیخان)

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے برابر اٹھاتے تھے اور جب رکوع کی تکبیر کہتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تب بھی اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے تھے۔

قال النیمویؒ وفی الباب عن ابی حمید نالساعدیؓ ومالک ابن الحویرثؓ ووائل ابن حجرؓ وعلیؓ وغیرھم من اصحاب النبی ﷺ (آثار السنن: ص: ۱۰۰)

ترجمہ: علامہ نیموی فرماتے ہیں کہ اس باب میں ابوحمید ساعدیؓ، مالک بن الحویرث، اور وائل بن حجر وعلی وغیرہم صحابہؓ سے احادیث منقول ہیں۔

دوسری رکعت سے اٹھتے وقت رفع یدین

عن نافع ان ابن عمر کان اذا دخل فی الصلوٰۃ کبر ورفع یدیہ واذا رکع رفع واذا قال سمع اللّٰہ لمن حمدہ رفع یدیہ واذا قام من الرکعتین رفع یدیہ. رفع ذلک ابن عمر الی النبی ﷺ. (رواہ البخاری، بحوالہ آثار السنن: ص: ۱۰۱)

ترجمہ: نافع سے مروی ہے کہ ابن عمرؓ جب نماز میں داخل ہوتے تو تکبیر کہتے اور دونوں ہاتھوں کو

9045272713

اٹھاتے تھے اور رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھ کر سمع اللہ لمن حمدہ کہتے وقت اور دوسری رکعت سے اٹھتے وقت رفع یدین کرتے تھے اور اس عمل کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کرتے تھے۔

سجدوں کے لیے رفع یدین

عن مالك بن الحويرث انه رأى النبى صلى الله عليه وسلم رفع يديه فى صلاته اذا ركع واذا رفع رأسه من الركوع واذا سجدواذا رفع رأسه من السجود حتى يحاذى بهما فروع اذنيه . (رواه النسائى واسناده صحيح وفى الباب عن انسؓ عن ابن عمرعن ابى هريرةؓ (آثار السنن: ص:۱۰۱)

ترجمہ: مالک بن الحویرثؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز میں رکوع کرتے وقت رکوع سے اٹھتے اور سجدے میں جاتے اور سجدے سے اٹھتے وقت رفع یدین کرتے تھے، یہاں تک کہ دونوں ہاتھوں کو کانوں کے اوپری حصہ کے برابر کر دیتے تھے۔

قال النيموى: لم يصب من جزم بانه لايثبت شيئ فى رفع اليدين للسجود.ومن ذهب الى نسخه فليس له دليل على ذلك الامثل دليل من قال لايرفع يديه فى غير تكبيرة الافتتاح.(آثار السنن: ص:۱۰۳)

ترجمہ: نیمویؒ کہتے ہیں ان لوگوں کا قول درست نہیں ہے، جو کہتے ہیں کہ سجدوں کے لیے رفع یدین کے سلسلہ میں کوئی روایت ثابت نہیں ہے، اور جو حضرات اس رفع یدین کے منسوخ ہونے کے قائل ہیں ان کے پاس اسی طرح کی دلیل ہے، جس طرح کی دلیل ان حضرات کے پاس ہے، جو کہتے ہیں کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کیا جائے گا۔

ابتداء میں ان تمام مواقع پر رفع یدین تھا لیکن بعد میں رکوع اور سجدے اور دو رکعت کے بعد قیام کے سلسلہ میں رفع یدین آیت کریمہ "قوموا للہ قانتین" سے منسوخ ہو گیا۔

اس کی دلیل مسلم شریف کی یہ روایت ہے:

حدثنا ابوبكر بن ابى شيبه وابو كريب قالا نامعاوية عن الاعمش عن المسيب بن رافع عن تميم بن طرفه عن جابر بن سمره قال خرج

9045272713

علینا رسول اللّٰہ ﷺ فقال مالی اراکم رافعی ایدیکم کانھا اذناب خیل شمس اُسکنوا فی الصلاۃ (الحدیث)(صحیح مسلم: ج:۱، ص:۱۸۱، ابو داؤد: ج:۱، ص:۱۴۳. نسائی: ج:۱، ص:۱۷۶)

ترجمہ: جابر بن سمرہؓ سے مروی ہے کہ ہمارے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو فرمایا میں تمہیں اس طرح سے ہاتھ اٹھائے ہوئے کیوں پاتا ہوں جیسے بدکے ہوئے گھوڑوں کی دُمیں اٹھی ہوئی ہوں نماز میں سکون اختیار کرو۔

اس حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف رفع یدین سے منع کر دیا اسی طرح ایک روایت میں جو عن عبید اللّٰہ بن القبطیہ عن جابر بن سمرۃؓ ہے سلام پھیرتے وقت ہاتھ اٹھانے کو منع فرمایا ہے اور وہاں وہی تشبیہ دی ہے۔ لیکن تمیم بن طرفہ کی روایت میں خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ہیں اور عبید اللہ بن القبطیہ کی روایت میں کنا اذا صلینا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ہیں پہلی روایت سے واضح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس نماز میں شریک نہیں تھے دوسری روایت سے صحابہ کرام کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز میں شریک ہونا ثابت ہوتا ہے بہر حال یہ دونوں حدیثیں الگ الگ ہیں، تشبیہوں کے اشتراک سے حدیثوں کا اشتراک ضروری نہیں۔ حدیث میں اسکنوا فی الصلاۃ کے الفاظ ہیں جس کے معنی نماز کے اندر رفع یدین ترک کرنا۔ چوں کہ تحریمہ کے وقت کا رفع یدین نماز سے قبل ہے اس لیے اس کے علاوہ بقیہ تمام مواقع پر نماز کے اندر رفع یدین ممنوع ہو گیا۔

حدثنا ھناد نا وکیع عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبدالرحمن بن الاسود عن علقمہ قال قال عبداللّٰہ بن مسعود الا اصلی بکم صلاۃ رسول اللّٰہ ﷺ؟ فصلی بھم فلم یرفع یدیہ إلا فی اوّل مرۃ وفی الباب عن البراء بن عازب قال ابوعیسیٰ حدیث ابن مسعود حدیث حسن وبہ یقول غیر واحد من اھلم العلم من اصحاب النبی ﷺ والتابعین وھو قول سفیان واھل الکوفۃ. (جامع ترمذی: ج:۱، ص:۵۹. رجالہ رجال مسلم. قال النیمویؒ رواہ الثلاثہ وھو حدیث صحیحٌ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے لوگوں سے کہا میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ

پڑھاؤں؟ پھر انہوں نے نماز پڑھائی اور پہلی دفعہ کے علاوہ پوری نماز میں ہاتھ نہیں اٹھایا۔

عن سالم عن ابیه قال رأیت رسول الله ﷺ اذا افتتح الصلوٰة رفع یدیه حتی یحاذی بهما وقال بعضهم حذو منکبیه واذا اراد ان یرکع وبعد مایرفع رأسه من الرکوع لا یرفعهما وقال بعضهم لایرفع بین السجدتین "والمعنی واحدٌ" (صحیح ابوعوانه: ج:۲، ص:۹۰)

ترجمہ: حضرت سالم اپنے باپ عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ ﷺ نماز شروع فرماتے تو رفع یدین کرتے مونڈھوں تک اور جب رکوع کرنے کا ارادہ فرماتے اور رکوع سے سر مبارک اٹھانے کے بعد رفع یدین نہیں فرماتے تھے۔ اور بعض راویوں نے کہا کہ دونوں سجدوں کے درمیان بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے، سب راویوں کی روایت کا معنی ایک ہے (مگر الفاظ مختلف ہیں)

اسی طرح تکبیر تحریمہ کے علاوہ اور مواقع میں رفع یدین کے منسوخ ہونے کی اہم ترین دلیل یہ بھی ہے کہ حدیث رفع یدین کے مرکزی اور بنیادی راوی ابن عمرؓ کا عمل بھی ان کی روایت کے خلاف ہے وہ بھی صرف پہلی دفعہ ہی رفع یدین کرتے تھے۔ جو بقیہ مواقع میں رفع یدین کے منسوخ ہونے کی بین دلیل ہے۔ اس لیے کہ ابن عمرؓ جیسے عاشق ادائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس کا تصور بھی محال ہے، کہ وہ جان بوجھ کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی عمل کے خلاف کریں۔ حافظ ابن عبدالبرؒ تحریر فرماتے ہیں:

لانه محال ان یکونُ عنده فی ذٰلك عن النبی ﷺ شیئ ویخالفه ولو کان مباحًا ولا سیما ابن عمرؓ. (التمهید: ج:۹، ص:۱۸۰)

ترجمہ: اس لیے کہ محال ہے کہ ان کے پاس حضور ﷺ کا کوئی عمل ہو اور وہ اس کی مخالفت کریں چاہے وہ عمل مباح ہی ہو خصوصاً ابن عمرؓ سے تو اور بھی بعید ہے۔

ان روایات میں ابن عمرؓ کا عمل دیکھئے:

حدثنا ابوبکر بن عیاش عن حصین عن مجاهد قال مارأیت ابن عمرؓ یرفع یدیه الافی اوّل مایفتتح. (مصنف ابن ابی شیبه: ج:۱، ص:۲۶۸، رجال اسناده رجال البخاری)

ترجمہ: مجاہد فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ کو اوّل افتتاح کے علاوہ ہاتھ اٹھاتے ہوئے نہیں دیکھا۔

9045727713

عن مجاهد قال صليت خلف ابن عمرؓ فلم يكن يرفع يديه الا فى التكبيرة الاولىٰ. (شرح معانى الآثار: ج:۱،ص:۱۳۳، وقال العينى اسناده صحيح. عمدة القارى: ج:۵،ص:۲۷۳)

ترجمہ: مجاہدؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ کے ساتھ نماز پڑھی وہ تکبیر اولیٰ کے علاوہ ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔

اسی طرح خلفائے راشدین میں حضرت ابوبکر حضرت عمر حضرت علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عمل صحیح سندوں سے یہی ثابت ہے کہ وہ صرف تکبیر اولیٰ میں رفع یدین کرتے تھے خلفائے راشدین سے بڑھ کر حضور ﷺ کے عمل کو کون جاننے والا اور دیکھنے والا اور اس پر عمل کرنے والا ہوسکتا ہے۔

قال النيمويؒ: الصحابة رضى الله عنهم ومن بعدهم مختلفون فى هذا الباب واه! الخلفاء الاربعة فلم يثبت عنهم رفع الايدى فى غير تكبيرة الاحرام. (والله اعلم بالصواب) (آثار السنن: ج:۱،ص:۱۰۹)

ترجمہ: نیمویؒ نے کہا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ان کے بعد والے اس باب میں اختلاف رکھتے ہیں لیکن خلفائے راشدینؓ سے تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین ثابت نہیں ہے۔

تعامل خلفائے راشدین بہت بڑی دلیل ہے۔ اس کے برخلاف غیر مقلد حضرات کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل اخیر تک رہا۔ کبھی منسوخ نہیں ہوا۔ اور اس سلسلہ میں جس حدیث سے استدلال کرتے وہ بالکل موضوع ہے۔ وہ حدیث یہ ہے:

عن ابن عمرؓ ان رسول الله ﷺ كان اذا فتتح الصلوٰة رفع يديه، واذاركع واذا رفع رأسه من الركوع وكان لايفعل ذٰلك فى السجود فما زالت تلك صلواته حتى لقى الله تعالىٰ (رواه البيقهى وهو حديث ضعيف بل موضوع) (آثار السنن: ص:۱۰۱، ج:۱)

ترجمہ: ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب نماز شروع فرماتے اور جب رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین کرتے اور سجدے میں یہ عمل نہیں فرماتے تھے۔ آپؐ کی اللہ تعالیٰ کے یہاں جانے تک اسی طرح نماز رہی۔

اس حدیث کے راویوں میں عبدالرحمٰن بن قریش اور عصمۃ بن محمد الانصاری ہیں اور یہ دونوں راوی وضّاع اور کذاب ہیں۔ (ملاحظہ ہو نصب الرایہ: ص:۴۱۰، ج:۱)

9045272713

عجیب جسارت ہے کہ اپنے مطلب کی بات کے لیے موضوع روایتوں کا سہارا لینے سے بھی باک نہیں ہے اور اپنے مطلب کے خلاف ہو تو صحیح روایتوں کو بھی ضعیف کہہ دینے میں کوئی خوف نہیں ہوتا یہ کس قدر عبرت کا مقام ہے کہ ایک صاحب نے اس موضوع حدیث کی جھوٹے راویوں والی سند ہٹا کر بخاریؒ و مسلمؒ کی سند لگادی بددیانتی خیانت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پورے منصوبہ بندی کے ساتھ جھوٹ باندھنے کی اس سے بھیانک مثال اور کیا ہو سکتی ہے۔

چنانچہ مولوی نور حسین گرجاکھی غیر مقلد لکھتے ہیں:

''رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وفات تک رفع یدین کرنا''

کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یرفع یدیہ اذا افتتح الصلاۃ واذا کبر للرکوع واذا رفع رأسہ من الرکوع فمازالت تلک صلاتہ حتی لقی اللّٰہ تعالیٰ.

سبحان اللہ یہ کیسی پیاری اور عمدہ حدیث ہے جس کو چھیالیس ائمہ نے نقل کیا ہے، اور اس کا اسناد کتنا عمدہ۔ (۱) امام مالک تو وہ تمام عالموں اور محدثوں کے پیشوا ہیں اور وہ اس کو (۲) ابن شہاب زہریؒ سے روایت کرتے ہیں کہ جو اہل مدینہ کے بڑے مشہور عالم اور امام تھے اور امام زہری (۳) سالم ابن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں جو بڑے تابعی اور فقیہ ہیں، اور سالم حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ جو بڑے قدیم الاسلام متبع سنت اور بڑے درجے والے ہیں۔ (قرۃ العینین فی اثبات رفع الیدین: ص:۹۰۸)

جن لوگوں کے نزدیک رفع یدین ترک ہوا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ افضلیت ترک ہوئی اصل جواز باقی ہے اور دوسروں کے نزدیک افضلیت باقی ہے اسے واجب تو کسی نے نہیں کہا اور نہ ہی وہ کبھی واجب رہا۔ کسی ضعیف سے ضعیف روایت سے بھی واجب نہیں ثابت کیا جا سکتا ہے۔

لیکن مولوی نور حسین گرجاکھی اپنے فرقہ کی ترجمانی کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''رفع یدین سنت مؤکدہ بلکہ واجب ہے اور اس کے چھوڑنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔

(قرۃ العینین: ص:۶۹)

غیر مقلدین کے مناظر اسلام عبدالقادر صاحب روپڑی فرماتے ہیں۔

''جو شخص اس سنت کا تارک ہو وہ سخت گنہگار ہے''۔ (بحوالہ حدیث اور اہل حدیث: ص:۴۲۶)

9045272713

اہل نظر ذرا غور فرمائیں! کہ ان لوگوں کے ان بے محابا فتوؤں کی زد میں کون کون آرہا ہے کیوں کہ خلفائے ثلاثہ (چوں کہ حضرت عثمانؓ سے رفع اور عدم رفع کچھ بھی منقول نہیں ہے)

اور عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت براء بن عازبؓ حضرت عبادؓ اور بے شمار صحابہ کرامؓ فقہائے کوفہ۔ اور تمام عالم کے بیشتر مسلمان رفع یدین نہیں کرتے تو سب کی نمازیں معاذ اللہ باطل ہوئیں سب تارک سنت اور سخت گناہ گار ہوئے۔ ع

ناوک نے ترے صید نہ چھوڑا زمانے میں

نماز وتر واجب ہے

(۱) عن عبداللہ بن عمرؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اجعلوا آخر صلواتکم باللیل وتراً. (بخاری شریف: ص:۱۳۶، ج:۱، مسلم شریف: ج:۱، ص:۲۵۷)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنی رات کی نمازوں کے آخر کو وتر بناؤ۔

(۲) وعنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: بادرُوا الصبح بالوتر.

(مسلم شریف: ج:۱، ص:۲۵۷)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے صبح سے پہلے وتر پڑھ لو!

(۳) عن جابرؓ قال: قال: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من خاف ان لایقوم من آخر اللیل، فلیوتر اوّلہ ومن طمع ان یقوم آخرہ، فلیوتر آخر اللیل –فان صلوٰۃ آخر اللیل مشھودۃ–وذٰلک افضل.

(مسلم شریف: ص:۲۵۸۔ ج:۱)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو یہ ڈر ہو کہ وہ آخرِ شب میں نہیں اٹھ سکتا تو اسے چاہیے کہ رات کے شروع ہی میں وتر پڑھ لے۔ اور جسے آخر شب میں اٹھنے کی امید ہو تو اسے چاہیے کہ آخر شب میں ہی وتر پڑھے۔ اس لیے کہ آخر شب کی نماز ملائکہ رحمت کے نزول کا وقت ہے اور یہ افضل وقت ہے۔

(۴) عن بُرَیدَۃؓ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: الوتر حقٌ. فمن لم یوتر فلیس منا– الوتر حق. فمن لم یوتر فلیس منا–

9045272713

الوتر حق. فمن لم یوتر فلیس منا. (ابوداؤد شریف: ج:۱،ص:۲۰۱۔وقال النیموی اسنادہ حسن)

ترجمہ: حضرت بریدہؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا کہ وتر حق ہے جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں (اس بات کو آپ ﷺ نے تین دفعہ ارشاد فرمایا)

(۵) وعن ابی سعید نالخدریؓ قال: قال: رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اِنّ اللّٰہ زادکم صلوٰۃ، وھی الوتر. (رواہ البطرانی فی مسند الشامیین قال الحافظ فی الدرایۃ باسناد حسن الدرایۃ، ص: ۱۸۹، ج: ۱، کتاب الصلوٰۃ)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ایک اور نماز بڑھادی ہے اور وہ وتر ہے۔

ان احادیث اور ان کے علاوہ اور بہت سی احادیث کے پیش نظر امت کے بہت سے علماء (جن میں صحابہ کرامؓ مثلاً حضرت ابن مسعودؓ حضرت حذیفہؓ اور تابعین عظامؒ مثلاً ابراہیم نخعیؒ اور سعید ابن مسیبؒ وغیرہ شامل ہیں) وتر کے واجب ہونے کے قائل ہیں۔ اور یہی رائے امام ابوحنیفہؒ کی بھی ہے۔ (ملاحظہ ہو: آثار السنن مع التعلیق الحسن: ص:۲۹۹، ۳۰۰، ج:۱، مکتبہ مدنیہ دیوبند)

معارف السنن میں ہے:

ومن الادلۃ انہ لم یثبت انہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ترک الوتر حضرًا ولا سفراً، بل لم یثبت ذٰلک من الصحابۃ والتابعین، وھٰذا القدر یکفی دلیلاً للوجوب وقال مالک: من ترکہ ادب وکانت جرحۃ فی شھادتہ احکاہ ابن حزم عنہ کما فی العمدۃ.

(ص:۴۱۲، ج:۳) (معارف السنن: ص:۱۷۸، ج:۴)

ترجمہ: وتر کے وجوب کے دلائل میں سے یہ بھی ہے، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر اور حضر کسی بھی حالت میں وتر کا ترک کرنا ثابت نہیں ہے بلکہ صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ سے بھی وتر کا ترک کرنا ثابت نہیں ہے اور یہ چیز وجوب کی دلیل کے لیے کافی ہے۔ حضرت امام مالکؒ نے کہا ہے کہ جو وتر ترک کرے گا۔ اس کی سرزنش کی جائے گی اور یہ چیز اس کی شہادت مجروح کردے گی۔ ان کی اس بات کو علامہ ابن حزمؒ نے نقل کیا ہے جیسا کہ عمدۃ القاری میں لکھا ہے۔

لیکن نصوص کی ان تاکیدوں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام

9045272713

رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اس شدتِ اہتمام کے باوجود غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ وتر واجب نہیں ہے۔ جناب نواب نور الحسن خاں صاحب لکھتے ہیں:

''وتر حق است بر ہر مسلم، لیکن واجب نیست۔ معہذا قضاء آں ثابت است''۔

ترجمہ: وتر حق ہے ہر مسلمان پر لیکن واجب نہیں۔ ہاں اس کی قضا ثابت ہے۔

وتر کی تین رکعتیں ایک ہی سلام سے ثابت ہیں

مذکورہ بالا احادیث سے واضح ہوا کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ مبارک میں نماز وتر کی بڑی اہمیت تھی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا بڑا اہتمام تھا۔ باوجودیکہ وتر کا افضل وقت رات کا آخری حصہ ہے لیکن بیدار نہ ہو سکنے کی وجہ سے کہ کہیں یہ نماز فوت نہ ہو جائے اس صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ حکم دیتے تھے کہ نماز عشاء کے بعد ہی وتر پڑھ لی جائے جیسا کہ حضرت جابرؓ سے مروی مسلم شریف کی روایت میں یہ حکم موجود ہے۔ اور یہی حکم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ حضرت ابوالدرداء حضرت ابوذرؓ کو دیا تھا (جیسا کہ بخاری مسلم اور نسائی میں علی الترتیب روایتیں موجود ہیں)

چنانچہ کسی عذر کی بناء پر کبھی کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی رات کے شروع یا درمیان میں نماز وتر پڑھ لیتے تھے۔ ورنہ عام طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر رات کے آخری حصہ میں تہجد کے بعد ہی پڑھتے تھے جیسا کہ ترمذی شریف میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے:

''من کل لیل قداوتر. اولہ، واو سطہ، و آخرہ، فانتھی وترہ حین مات فی وجہ السحر'' (ترمذی شریف: مع معارف السنن: ص:۱۸۴، ج:۴)

ترجمہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ سلم نے رات کے اوّل درمیانی اور آخری تمام حصوں میں نماز وتر پڑھی اور وصال کے قریب تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وتر آخر شب میں ہی ہوتی تھی۔

نمازِ وتر کے سلسلہ میں وارد تمام احادیث پر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے، کہ جن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وتر کو بیان کیا، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کے بعد پڑھی تو ان حضرات نے رکعتوں کی تعداد تین اور تینوں ایک ہی سلام سے بیان کی ہے (جیسا کہ آئندہ صفحات میں انشاء اللہ ہم ان روایتوں کو ذکر کریں گے)

9045277713

اور جن حضرات ؒ نے آخرِ شب میں وتر پڑھنے کی روایتیں بیان کی ہیں، تو ان حضرات نے تہجد اور وتر دونوں پر تغلیباً وتر ہی کا اطلاق کر دیا ہے، اور تہجد کو وتر کے ساتھ شامل کر کے دونوں کی رکعتوں کو ایک ہی ساتھ بیان کر دیا ہے چوں کہ تہجد کی رکعات متعین نہیں ہیں اس لیے وہ حضرات کبھی پانچ کبھی سات، کبھی نو کبھی گیارہ، اور کبھی تیرہ بیان کر دیتے ہیں۔ اور اس کی حقیقت یہی ہوتی ہے کہ آخر کی تین وتر اور پہلے کی سب تہجد ہوتی ہیں۔ حضرت امام ترمذیؒ فرماتے ہیں۔

وقد روی عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم "الوتر بثلاث عشرة، واحدی عشرة، وتسع سبع، وخمس، وثلاث، وواحدة قال اسحاق بن ابراهیم معنی ماروی "ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان یوتر بثلاث عشرة" انما معناه انه کا یُصَلّی من اللیل ثلاث عشرة رکعة مع الوتر فنسبت صلوٰة اللیل الی الوتر"

(ترمذی مع معارف السنن: ص:۸۶-۱۸۵، ج:۴)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وتر تیرہ، اگیارہ، نو، سات، پانچ تین اور ایک رکعتیں مروی ہیں۔ اسحاق بن ابراہیم کہتے ہیں کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تیرہ رکعات وتر پڑھنا مروی ہے۔ تو اسکا معنی یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں وتر سمیت تیرہ رکعات پڑھتے تھے تو تہجد کو بھی وتر کے ساتھ شامل کر دیا گیا۔

اسحاق ابن ابراہیمؒ نے جو توجیہ تیرہ رکعات کے سلسلے میں بیان کی ہے وہی توجیہ اگیارہ، نو، سات اور پانچ رکعات کے بارے میں بھی کی جائے گی۔ صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے:

"انبئینی عن وتر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقالت: کنا نعدّله سوا که وطهوره فیبعثه اللّٰہ ماشاء ان یبعثهٗ من اللیل فیتسوّك ویتوضأ ویصلی تسع رکعات- لایجلس فیها إلا فی الثامنة- فیذکر اللّٰہ ویدعوا ویحمدهٗ ثم ینهض ولا یُسلم ثم یقوم فیصلی التاسعة ثم یقعد فیذکر اللّٰہ ویحمدهٗ ویدعوه ثم یسلم تسلیماً. (باب صلوٰة اللیل: ص:۲۵۶- ج:۱)

ترجمہ: راوی نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا، کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وتر کے بارے میں ہمیں مطلع فرمائیں۔ تو انھوں نے فرمایا: کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مسواک اور وضو کا پانی تیار

رکھتے تھے۔ پھر جب اللہ کی مرضی ہوتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوتے تھے، اور مسواک اور وضو سے فارغ ہو کر نو رکعتیں پڑھتے تھے، جس میں صرف آٹھویں رکعت میں قعدہ فرماتے تھے۔ پھر اللہ کے ذکر حمد اور دعا کے بعد بغیر سلام پھیرے اٹھتے تھے اور نویں رکعت پڑھتے تھے پھر قعدہ فرما کر اللہ کا ذکر حمد اور دعا کرتے اور اس کے بعد سلام پھیرتے تھے اس حدیث کی واضح تشریح یہی ہے کہ اس میں ابتداء کی چھ رکعتیں تہجد ہیں اور آخر کی تین وتر ہیں۔ جن میں ابتداء کی دو رکعتوں کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قعدہ تو فرمایا لیکن سلام نہیں پھیرا۔ اور آخری رکعت پر سلام پھیرا۔ چوں کہ سائل نے ان سے تہجد کی تفصیلات نہیں دریافت کی تھی اس لیے حضرت عائشہؓ نے اس کی تفصیل نہیں ذکر فرمائی۔ رہا ساری رکعتوں پر وتر کا اطلاق تو یہ تغلیباً ہے جیسا کہ اس کا بیان گذر چکا ہے۔

علامہ بدرالدین عینیؒ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''هذا اقتصار منها على بيان جلوس الوتر وسلامه. لان السائل انما سأل عن حقيقة الوتر ولم يسأل عن غيره فاجابت مُبيِّنَةً بما فى الوتر من الجلوس على الثانية بدون سلام والجلوس على الثالثة بسلام. وهذا عين مذهب ابى حنيفة. وسكتت عن جلوس الركعات التى قبلها وعن السلام فيها كما ان السوال لم يقع عنها فجوا بها قدطابق السوال، غير انها اطلقت على الجميع وتراً فى الصورتين لكون الوتر فيها. (عمدۃ القاری: ص: ۳۰۸-۳۰۹، ج: ۳: بحوالہ معارف السنن: ص: ۱۱۸، ج: ۴)

ترجمہ: اس حدیث میں حضرت عائشہؓ نے وتر کے جلوس اور سلام کے بیان پر اکتفاء کیا اس لیے کہ سائل نے وتر ہی کی حقیقت کے بارے میں سوال کیا تھا۔ تو انھوں نے وتر کی دوسری رکعت کے جلوس بغیر سلام اور تیسری رکعت کے جلوس اور سلام کو بیان کیا۔ یہی بعینہٖ امام ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے۔ اور انھوں نے وتر کے قبل کی رکعات کے جلوس کا کوئی ذکر نہیں کیا اس لیے کہ اس کے بارے میں سوال ہی نہیں تھا۔ تو ان کا جواب سوال کے مطابق ہے۔ مگر انھوں نے ساری رکعتوں پر صورتاً وتر کا لفظ اطلاق فرمایا کیوں کہ ان میں وتر داخل تھی۔

علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ نے فرمایا کہ علامہ عینیؒ کی توجیح صحیح ہے امام طحاویؒ نے بھی شرح معانی الآثار میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ حضرت عائشہؓ کی یہی روایت امام نسائیؒ نے ذکر کی ہے۔

9045272715

جس کے الفاظ یہ ہیں:

"عن عائشةؓ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان لایسلم فی رکعتی الوتر"

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی دو رکعتوں میں سلام نہیں پھیرتے تھے۔ (سنن النسائی باب کیف الوتر بسلام: ص:۲۴۸، ج:۱)

اس حدیث کے بارے میں علامہ کشمیریؒ فرماتے ہیں "سند الحدیث فی غایة القوة"

ترجمہ: اس حدیث کی سند انتہائی قوی ہے۔ (تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو معارف السنن: ص:۱۸۸، ج:۴)

اس حدیث سے علامہ عینیؒ وغیرہ کی تشریح اظہر من الشمس ہوگئی اور چوں کہ آخری رکعت سابقہ رکعات سے الگ انداز پر ہوتی ہے اس لیے بعض دفعہ مجازاً صرف اسی پر وتر کا اطلاق کر دیتے ہیں جیسا کہ ابن عباسؓ کی اس روایت سے اِس بات کی وضاحت ہوتی ہے فرماتے ہیں:

"ثم رکعتین ثم اوتر" (بحوالہ: معارف السنن: ص:۲۱۶، ج:۱)

پورے ذخیرہ احادیث میں کسی بھی روایت سے صراحتاً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف ایک رکعت وتر پڑھنا ثابت نہیں ہے۔ ابن صلاحؒ فرماتے ہیں:

لانعلم فی روایات الوتر مع کثرتها انه علیه السلام اوتر بواحدة فحسب" (حکاه ابن الحجر فی التلخیص :ص:۱۱۶. بحواله معارف السنن :ص:۲۱۵. ج:۲)

ترجمہ: وتر کی روایات کی کثرت کے باوجود ہمیں یہ نہیں معلوم ہوسکا، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک ہی رکعت وتر پڑھی ہو۔

صحیحین وغیرہ میں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ:

"صلی رکعة واحدة توتر له ماقد صلی"

ترجمہ: ایک رکعت پڑھے جو گذشتہ رکعتوں کو وتر بنادے گی۔

اس سے صاف واضح ہوتا ہے وہ رکعت تنہا وتر نہیں ہے۔ ہاں وہ اپنی ماقبل کی رکعتوں سمیت وتر بن جائے گی۔ علامہ نیمویؒ فرماتے ہیں:

"فیحتمل ان یرید بقوله صلی رکعة واحدة ای مضافة الی رکعتین

مما مضیٰ. (التعلیق الحسن: ص: ۳۰۷. ج: ۱)

ترجمہ: یہ بھی احتمال ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول مبارک "صلی رکعة واحدة" سے مراد یہ ہو کہ وہ اپنے ماقبل کی دو رکعتوں سے ملی ہوئی ہو۔ بلکہ تین رکعات والی روایتوں سے اسی معنی کی صراحتاً تاکید ہوتی ہے۔ ایک رکعت وتر کی نفی اور تین رکعت کا ثبوت۔ بیہقی وغیرہ کی اس روایت سے بخوبی ہوتا ہے:

عن ابی هريرةؓ عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا توتروا بثلاث اَوْ تِروا بخمس، اوبسبع. ولاتشبهوا بصلوٰة المغرب.

(دار قطنی: ج: ۲، ص: ۲٤. سنن الكبرى للبيهقي: ج: ۳، ص: ۳۱. اسناده حسنٌ)

ترجمہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین رکعت کے ذریعہ وتر نہ پڑھو بلکہ پانچ یا سات رکعات کے ذریعہ وتر پڑھو اور مغرب کی نماز کے ساتھ مشابہت مت اختیار کرو۔

یہ حدیث اس سلسلہ میں واضح ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن مبارک میں وتر تین ہی رکعت ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے ہیں کہ لوگ صرف وتر پر اکتفاء کر کے اسے مغرب کی طرح نہ بنادیں بلکہ اس سے پہلے دو چار رکعت تہجد بھی پڑھ لیا کریں۔

علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ فرماتے ہیں:

"ان الحديث يدل على ان لاوتر هناك في ذهن الشارع اقل من ثلاث، وانه يُريدان لايقتصروا عليه فيترکوا صلوٰة الليل رأسًا. (معارف السنن: ص: ۲۲۱۔ ج: ۴)

ترجمہ: یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے ذہن مبارک میں یہی ہے کہ وتر تین رکعات سے کم نہیں ہے لیکن آپ ﷺ چاہتے ہیں کہ لوگ اسی پر اکتفاء کر کے تہجد ترک نہ کردیں۔

نیز یہ حدیث ایک رکعت وتر کی نفی کرتی ہے:

"فی ذٰلك نفي الايتار بركعة واحدة" (تقریب شرح معانی الآثار: ج: ۱، ص: ۲۷۳)

ترجمہ: اس حدیث میں ایک رکعت وتر کی نفی ہے۔

اب یہاں ہم چند روایات ذکر کرتے ہیں جن سے صراحۃً وتر کی تین رکعات کا ایک سلام سے ثبوت ہوتا ہے۔

(۱) "عن ابی سلمة بن عبدالرحمن انه اخبرهُ انه سأل عائشةؓ كيف كانت صلوٰة رسول الله صلى الله عليه وسلم في رمضان؟ فقالت:

9045272713

ماکان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشر رکعۃ یصلی اربعًا فلا تسئل عن حسنھن وطولھن، ثم یصلی اربعًا فلا تسئل عن حسنھن وطولھن ثم یصلی ثلاثًا.

(بخاری: ص: ۱۵۴. ج: ۱. مسلم: ص: ۲۵۴. ج: ۱)

ترجمہ: ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن روایت کرتے ہیں کہ اُنھوں نے حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا کہ رمضان المبارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کیسی ہوتی تھی؟ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے۔ نہ پوچھو! کہ وہ کتنی حسیں وطویل ہوتی تھیں۔ پھر چار رکعتیں پڑھتے تھے ان کے بھی حسین وطویل ہونے کے بارے میں کچھ نہ پوچھو! پھر تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

(۲) عن سعد بن ھشام ان عائشۃؓ حدثتہ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ وسلم کان لایسلم فی رکعتی الوتر. (رواہ النسائی: ج: ۱ ص: ۲۴۸ و آخرون واسنادہ صحیح)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی پہلی دو رکعتوں میں سلام نہیں پھیرتے تھے۔

(۳) روی عن ابن عباسؓ حدیث طویل فی آخرہ ثم اوتر بثلاث"

(مسلم: ص: ۲۶۱. ج: ۱)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ کی طویل حدیث کے آخیر میں ہے پھر نبی کریم ﷺ نے تین رکعات وتر پڑھی۔

عن عائشۃؓ قالت: کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یوتر بثلاث لایُسلم الافی آخرھن. (رواہ الحاکم فی المستدرک: ص: ۳۰۴. ج: ۱. وقال انہ صحیحٌ علی شرط البخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعات وتر پڑھتے تھے اور آخر ہی میں سلام پھیرتے تھے۔

نبی کریم ﷺ سے ایک ہی سلام کے ذریعہ وتر کی تینوں رکعتیں پڑھنے کے اس صاف اور صریح ثبوت کے بعد غیر مقلدوں کی یہ جسارت بے جا دیکھیے! نواب نورالحسن خاں صاحب لکھتے ہیں:

"حدیث ایتار بہ رکعت ضعیف بلکہ غیر ثابت است بلکہ ازاں نہی آمدہ است پس احتیاط

9045272713

در ترک ایتار بسہ رکعت ست"۔ (عرف الجادی: ص:۳۳)

ترجمہ: تین رکعات وتر پڑھنے کی حدیث ضعیف ہے بلکہ ثابت نہیں ہے۔ بلکہ اس سے ممانعت آئی ہے پس احتیاط اس میں ہے کہ تین رکعات نہ پڑھیں۔ نواب وحید الزماں صاحب لکھتے ہیں:

"اما الوتر بثلاث رکعات مع تشهدين وسلام واحدٍ. كما هو مذهب الاحناف منهى عنه لئلا يتشبه النفل بالفرض. اى صلاة المغرب.

ترجمہ: رہیں تین رکعات وتر۔ دو تشہدوں اور ایک سلام کے ساتھ۔ جیسا کہ احناف کا مذہب ہے۔ تو اس سے منع کیا گیا ہے تا کہ نفل فرض یعنی مغرب کے مشابہ نہ ہو جائے۔ صحیح اور صریح روایات سے ثابت شدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل مبارک کو "منہی عنہ" یعنی حرام قرار دیتے کو جسارت اور جہالت کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے؟

اللّٰھم احفظنا من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا

9045272715

کمپیوٹر کتابت: الفضل کمپیوٹرس، دیوبند۔ موبائل نمبر: 09412525824